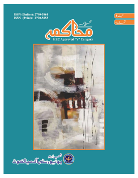

علمی و تحقیقی مجلہ "محاکمہ" یونیورسٹی آف سیالکوٹ

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

ڈاکٹر عائشہ سلیم، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، جی سی یونی ورسٹی، لاہور

محمد حسن فرید، ایم فل اسکالر، شعبہ اردو، جی سی یونی ورسٹی، لاہور

ڈاکٹر افتخار احمد سلہری، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ پنجابی، جی سی یونی ورسٹی، لاہور

تحقیقی موضوعات کی نوعیت و اہمیت

Nature and Importance of Research Topics

Dr. Ayesha Saleem, Assistant Professor, Department Urdu GC University, Lahore,

ayesha786saleem@gmail.com

Muhammad Hassan Fareed, M.Phil. Scholar.

hfareedchishti@gmail.com

Dr. Iftikhar Ahmad Sulehri, Assistant Professor, Department Punjabi GC University, Lahore

iftikhar_sulehri@hotmail.com

ABSTRACT

The article "Nature and Importance of Research Topics" explores the conceptual and practical aspects of research topics in academia, emphasizing their foundational role in scholarly pursuits. It begins by tracing the etymological roots of "research" in various languages, linking it to the quest of truth and validation of facts. The article categorizes research into two main types-academic and non-academic- highlighting their unique objectives and challenges. It further discusses the criteria for selecting an effective research topic, such as availability of resources, relevance, novelty and alignment with institutional goals. Through critical insights from notable scholars, the article outlines the nuanced process of topic selection, stressing the need of clarity, depth and practicality. It concludes by asserting that a well-chosen research topic is central to the advancement of knowledge, fostering critical thinking and ensuring meaningful contributions to the field of study.

Keywords: Research, Research Topics, Academic Inquiry, Topic Selection, Scholarly Pursuits, Research Methodology, Academic Writing, Knowledge Advancement.

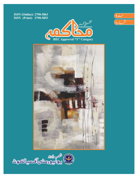

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

تحدید: محقق نے اس مقالے میں تحقیقی موضوعات کی نوعیت اور اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔ اس میں انھوں نے تحقیق کے لغوی و اصطلاحی مفہوم، اقسام اور موضوع کے انتخاب کے اصول و معیارات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ علاوہ ازیں انھوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ ایک مناسب تحقیقی موضوع نہ صرف علمی ترقی کا باعث بنتا ہے بلکہ تحقیق کی افادیت اور اثر پذیری کو بھی یقینی بناتا ہے۔

تحقیق عربی زبان کا لفظ ہے اور اردو میں بھی بولا جاتا ہے۔ تحقیق عربی زبان کے مصدر " حَقّقَ، یُحَقّقُ، تحقیقا " سے ماخوذ ہے جس کا لغوی معنی حق کا ثبوت یا سچائی کی تلاش ہے۔ تحقیق کے لیے انگریزی میں لفظ "ریسرچ(Research)" بولا جاتا ہے جس کے معنی دوبارہ تلاش کرنا اور توجہ سے تلاش کرنا کے ہیں۔ اسی طرح تحقیق کے لیے ہندی زبان میں لفظ "انوسندھان" بولا جاتا ہے جس کے معنی باقی رکھنا کے ہیں۔

تحقیق بنیادی طور پر ایسا عمل ہے جو بحیثیت انسان سب کے لیے ضروری ہے۔ تحقیق کا مقصد حقائق کی بازیافت اور تلاش ہے۔ تحقیق کا مقصد مطلوب چیز کی حقیقت کو سامنے لانا اور اس حقیقی ماخذ و متن تک رسائی حاصل کرنا ہے۔ اسی لیے قاضی عبد الودود تحقیق کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

> "تحقیق کسی امر کو اس کی اصلی شکل میں دیکھنے کی کوشش ہے"[۱]

کسی امر کی اصلی شکل میں تلاش اس لیے ضروری ہوتی ہے کہ کچھ صوتِ حال معلوم ہو سکے۔ اس سلسلے میں جو شہادتیں مہیا کی جائیں اور جو معلومات حاصل کی جائے وہ ایسی ہونی چاہیے کہ استدلال (ثبوت) کے کام آسکے تاکہ واقعات کی ترتیب میں صحیح طور پر اس سے مدد ملے اور حدودِ تحقیق کے اندر نتائج نکالے جا سکیں۔ ڈاکٹر سید عبد اللہ تحقیق کے متعلق کہتے ہیں کہ:

> "تحقیق کے لغوی معنی کسی شے کی حقیقت کا اثبات ہے۔ اصطلاحاً یہ ایک ایسے طرزِ مطالعہ کا نام ہے جس میں موجود ہ مواد کے صحیح یا غلط کو بعض مسلمات کی روشنی میں پرکھا جاتا ہے"[۲]

تحقیق جہاں اصل ماخذ اور حقیقت سے واقف کراتی ہے وہیں اس موضوع کے متعلقات کے بارے میں علمی اضافے کا باعث بھی بنتی ہے۔ بقول رشید حسن خان:

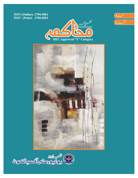

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

"تحقیق ایک مسلسل عمل ہے۔ نئے واقعات کا علم ہوتا رہے گا کیوں کہ ذرائع معلومات میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کون سی حقیقت کتنے پردوں میں چھپی ہے۔ اکثر صورتوں میں ہوتا یہ ہے کہ حجابات بتدریج اٹھتے ہیں"۳

جب ہم تحقیق کی بات کرتے ہیں تو اس میں موضوع کو کلیدی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ موضوع تحقیق کا محتاج تو ہوتا ہی ہے تحقیق بھی موضوع کی محتاج ہوتی ہے۔ وہ اس بنا پر کہ موضوع کے بغیر تحقیق کرنا ممکن ہی نہیں۔ تحقیق امرِ صداقت کا نام ہے۔ اس سچائی کی تلاش کیسے ہونی چاہیے یا اس کا دائرہ کار کیا متعین ہونا چاہیے، اسی کی نشان دہی کرنا موضوع کا کام ہے۔ اب تحقیق دو طرح کی ہوتی ہے جس کی اقسام درج ذیل ہیں:

۱۔ سندی تحقیق ۲۔ غیر سندی تحقیق

سندی تحقیق وہ ہے جو کسی ڈگری یا سند کو مد نظر رکھ کر کی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی وغیرہ کی تکمیل تحقیقی مقالات کے لکھنے سے ہوتی ہے جو تعلیمی اداروں میں ان مقاصد کے تحت تحقیق کی جاتی ہے وہ سندی تحقیق کہلاتی ہے۔ تعلیمی اسناد کے حصول سے ماورا ہو کر جو تحقیق کی جائے وہ غیر سندی تحقیق کے زمرے میں آئے گی۔ دونوں طرح کی تحقیق میں موضوع کی نوعیت، اس کا چناؤ یا انتخاب اور اہمیت و تقاضے الگ الگ ہیں۔ اسی ضمن میں ڈاکٹر گیان چند رقم طراز ہیں:

"تحقیق میں سب سے اہم منزل اور مرکزی نقطہ موضوع کا انتخاب ہے۔ رسالے کے مضمون کے لیے موضوع مختلف ہوگا اور تحقیقی مقالے کے لیے مختلف۔۔۔نئے ریسرچ سکالر کے مقالے کے لیے موضوع کا معیار مختلف ہوگا اور مشاق محققوں کے لیے مختلف۔ نیا تحقیق کار اور پختہ کار محقق دونوں اپنی اپنی صلاحیت اور وسائل کے اعتبار سے موضوع چنیں گے"۴

یوں ہر محقق اپنے مقصد کو مد نظر رکھ کر دشتِ تحقیق میں اپنے پاؤں دھرے گا۔ کسی بھی موضوع کے اندر درج ذیل تین طریقوں سے درجہ بندی کی صلاحیت ہو سکتی ہے۔

۱۔ ایسا موضوع جس میں مواد اچھا موجود ہو۔

۲۔ جس میں کچھ مواد تو میسر ہو مگر پھر بھی وہ تشنہءِ تحقیق ہو۔

۳۔ جس کے متعلق مواد بالکل ہی مفقود ہو۔

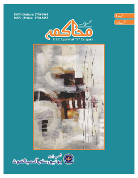

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

سندی تحقیق کے تحت مقالہ لکھنے والے کے لیے یہ دشواری پیش پیش ہوتی ہے کہ آخر وہ کس موضوع کا انتخاب کرے؟ انگریزی محقق رچرڈ ایلٹک نے تبھی یہ سوال اٹھایا کہ رفیقِ کار کی زندگی میں تلاش کٹھن مرحلہ ہے یا پھر ایک اچھے موضوع کا چناؤ؟ مقالہ نگار کے لیے ضروری ہے کہ وہ تحقیق کی نوعیت، وقت کا دورانیہ اور میسر وسائل کو سامنے رکھتے ہوئے کسی موضوع کا انتخاب کرے۔ ہر طالب علم کی کوشش ہوتی ہے کہ اسے موضوع اچھا بھی ملے اور خود سوچ بچار کی دماغی مشقت سے بھی گزرنا نہ پڑے۔ حالاں کہ ان دونوں باتوں کا یکجا ہونا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔

قسمت کے دروازے بھی آدمی پر تبھی وا ہونا شروع ہوتے ہیں جب وہ اپنی قسمت بنانے کے لیے جستجو اور تگ و دو کرتا ہے۔ سندی تحقیق میں بہترین موضوع کے چناؤ کا یہی ایک اچھا طریقہ ہے کہ تحقیق کار اپنی سوچ و بچار سے اپنے باطن سے کسی اچھے موضوع کو جنم دے اور پھر اسے مقالہ نگران و دیگر اساتذہ سے مشاورت کے بعد چمکایا جائے۔ تحقیقی موضوع کے چناؤ کے پہلے مرحلے کے متعلق گیان چند کہتے ہیں:

> "تحقیق کرنے والا نوآموز اسکالر ہو یا پختہ کار محقق، موضوع لینے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ اس موضوع پر کوئی پہلے ہی سے تو تحقیق نہیں کر چکا یا کر رہا ہے؟ اگر کوئی دوسرا تحقیق کر رہا ہے تو چوں کہ اسے زمانی سبقت حاصل ہے اس لیے زیادہ تر امکان یہ ہے کہ وہ کام پہلے مکمل کر لے گا۔ اس طرح بعد والے کا کام تحصیل ہو کر رہ جائے گا"۵

ان سطور میں گیان چند تحقیقی موضوع کی نوعیت واضح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مقالہ نگار کا مقصد محض حصولِ سند اور تکمیلِ تعلیم کی منفعت نہیں ہونی چاہیے بلکہ وہ یہ دیکھے کہ اس کی تحقیق سے دنیائے ادب میں کیا اضافہ ہو گا؟ دوسرا یہ بھی کہ اپنی تحقیق کے وقت یہ اچھی طرح جان پرکھ لے کہ جس موضوع کو وہ اپنی تحقیق و زندگی کا حصہ بنا رہا ہے اس پر کام ہو تو نہیں چکا؟ یا ہو تو نہیں رہا؟ اگر وہ ایسا موضوع منتخب کرتا ہے جس پر مواد پہلے بھی اچھا خاصہ موجود ہے تو یہ تضیعِ وقت کے سوا کچھ بھی نہیں۔ ڈاکٹر عبدالحمید خان عباسی لکھتے ہیں:

> "اگر صحیح طور پر موضوع کا انتخاب ہو جائے تو گویا آدھا کام ہو گیا"٦

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

تحقیقی میدان میں موضوع کی نوعیت و اہمیت کا اندازہ درج بالا اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ اچھے موضوع کا حتمی مرحلہ طے کرنا اس کے اوپر آدھے کام ہو جانے کے گویا مماثل ہوتا ہے۔ جیسا کہ ابتداً بیان ہوا کہ موضوع کی درجہ بندی تین طریقوں سے ہوتی ہے۔ پہلا درجہ وہ کہ جس پر مواد اچھا خاصا موجود ہے اور مزید اس پر کچھ تحقیق کرنے کی گنجائش موجود نہیں تو ایسے موضوع سے اجتناب کرنا چاہیے۔

دوسرا درجہ مقالہ نگار و تحقیقی کام دونوں کے لیے موزوں تر ہے۔ ایک تو مواد کی جستجو کرتے ہوئے اسے اپنے موضوع سے مطابقت رکھتے ماخذ ملیں گے جس سے وہ اپنی تحریر و آرا کو مزید شواہد کے تناظر میں مستند بنا سکے گا۔ دوسرا تحقیقی میدان میں اس موضوع سے متعلق جو کمی بیشی باقی رہ گئی ہو گی اسے وہ پایہء تکمیل تک پہنچانے یا اس میں اضافہ کرنے کے قابل ہو جائے گا۔ یوں اس کے تحقیقی عمل کا فائدہ بھی سامنے آئے گا۔

تیسرا درجہ دیوانوں اور فرزانوں کا ہے جو خاصا مشکل اور کٹھن سفر ہے۔ یہ عمل ایک گلاس پانی کے لیے پورا کنواں کھود ڈالنے کے مماثل ہے۔ اس سے ادب کے میدانِ تحقیق میں یہ فائدہ ہو گا کہ علم سے تشنہء لب لوگ اس کنویں سے اپنی پیاس بجھا کر تحقیقی سفر مزید جاری رکھنے کے قابل ہو سکیں گے۔ مگر یہ واضح رہے کہ ایسا طریقہ سندی تحقیق کے لیے بالکل بھی موزوں نہیں بلکہ یہ ذرا مخدوش امر ثابت ہو سکتا ہے۔ وہ اس بنا پر کہ تعلیمی اداروں مثلاً جامعات میں اپنا تحقیقی کام جمع کرانے کا دورانیہ نہایت ہی محدود ہوتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ منفرد منزل کی جستجو کے جنون میں آپ اس منزل تک مقررہ وقت میں پہنچ بھی نہ پائیں۔ ایسا کام کرنے کے لیے لامحدود وقت اور زیادہ وسائل مطلوب ہوتے ہیں جو کہ سندی تحقیق میں میسر نہیں آسکتے۔ لہٰذا ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے محقق کو خود سوچنا ہو گا کہ اس کے لیے موضوع کے ان تین مدارج میں سے کون سا درجہ موزوں ترین رہے گا۔ ڈاکٹر تبسم کاشمیری کسی اچھے موضوع پر درج ذیل معیارات متعین کرتے ہیں:

> "موضوع میں جدت ہونی چاہیے۔ تحقیقی مسئلے کی اہمیت اور اس کی عملی تشکیل، مسئلے میں دلچسپی، ذہنی تجسس اور سرگرمی، ذاتی تربیت اور قابلیت، مواد کا حصول اور طریق کار، تحقیقی آلات اور کام کرنے کے آلات، کفالت اور انتظامی تعاون کا مسئلہ، اخراجات کا مسئلہ، مسئلے میں درپیش رکاوٹیں، وقت کا مسئلہ"[۷]

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

ڈاکٹر تبسم کاشمیری صاحب کا پیش کردہ یہ اقتباس تحقیقی موضوع کی نوعیت کے تمام تقاضوں کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ تحقیقی میدان میں وارد ہونے والے تحقیق کار کو چاہیے کہ اس کا منتخب کردہ موضوع مبہم نہ ہو بلکہ واضح اور شفاف ہو۔ اس موضوع میں اتنی گنجائش موجود ہونی چاہیے کہ اس کی توضیح و تشریح یا تنقید اچھی طرح ہو سکے۔

موضوع پر کام کرنے والا اگر سندی محقق ہے تو وہ ایسا موضوع زیرِ عمل لائے جو بہت پھیلا ہوا نہ ہو۔ اگر اس کی وسعت زیادہ ہو گی تو پھر محدود وقت میں وہ اس کے سمٹاؤ کو یقینی بنانے میں ناکام رہے گا۔ ہاں اگر تحقیق کار غیر سندی تحقیق کے تحت کام کر رہا ہو تو پھر وہ اپنی صلاحیت و بساط کے مطابق جیسا بھی موضوع منتخب کرے یہ اس کی اپنی صوابدید کے لیے موزوں ہے۔ ابتداً تحقیق کار کو بھی دیکھنا چاہیے کہ جس موضوع کے لیے وہ دشتِ تحقیق میں اتر رہا ہے اس میں اس کے لیے کچھ مواد ہے بھی یا نہیں؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ جدتِ موضوع کی لگن میں ایسا موضوع منتخب کر بیٹھے کہ جس پر مواد سرے سے موجود ہی نہ ہو۔ صورتِ ھٰذا میں وہ بند گلی کا مسافر ہو کر رہ جائے گا۔ ڈاکٹر گیان چند اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> "کم از کم سندی تحقیق کے لیے ایسا موضوع لینا چاہیے جس پر کافی مواد مل سکے۔ یہ نہ ہو کہ پوری مدتِ تحقیق غیر موجود مواد کی تلاش میں ہی گزر جائے۔ غیر سندی تحقیق کے لیے تو یہ ممکن ہے کہ مواد کم ملتا ہے تو ایک دبلا سا رسالہ یا پانچ سات صفحوں کا ایک مضمون لکھ کر بس کر لیا جائے۔ پی ایچ ڈی کے لیے اگر نہایت کم مواد والا موضوع لے لیا جائے تو اسکالر ریسرچ کو درمیان ہی میں چھوڑ کر غائب ہو جائے گا۔ مثلاً کوئی دکن کے قدیم غزل گو شعرا استاد فیروز محمود یا ملاّ خیالی پر پی ایچ ڈی کرنے کا ارادہ کرے تو کہاں سے ایک مقالے کا پیٹ بھر سکے گا"۸

ادب کی دنیا نہایت وسیع ہے۔ اس لیے مختلف حوالوں سے اپنی تحقیق کا احاطہ کرنا ضروری ہے۔ مثلاً

۱۔	صنف	۲۔	زبان	۳۔	تاریخ	۴۔	ارتقا	۵۔	رجحانات
۶۔	تبدیلیاں	۷۔	ادیب	۸۔	فکر و فن	۹۔	جہت	۱۰۔	وقت

تحقیق کار یہ فیصلہ کرے کہ اس کی دلچسپی کس صنف میں ہے۔ نثر یا پھر شاعری میں۔ پھر نثر و شاعری کی بھی مختلف جہتیں ہیں۔ نثر میں داستان، ناول، افسانہ، ڈراما، سفر نامہ، مکتوب نگاری وغیرہ جب کہ شاعری میں مثنوی، قصیدہ، غزل، مرثیہ، شہر آشوب، رباعی، قطعہ اور گیت وغیرہ۔ مقالہ نگار دیکھے کہ اس کی ادب کی کس صنف میں دلچسپی ہے یا وہ کس صنف پر اچھے سے لکھ سکتا ہے۔

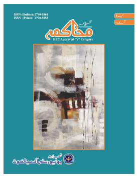

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

صنف کے تعین کے بعد اس کے ارتقا و رجحانات پر نظر دوڑائی جائے کہ کس پہلو پر اب تک نہیں لکھا گیا۔ اسی پہلو کو منتخب کیا جائے۔ بعد ازاں ادیب کا انتخاب کیا جائے کہ کون سا ادیب آپ کے لیے مناسب ہو گا۔ کیوں کہ جن شخصیتوں یا موضوعات پر صداقت، خوبی اور غیر جانبداری سے نہ لکھا جا سکے اسے نہ لینا ہی بہتر ہے۔ بعض موضوعات ایسے ہوتے ہیں کہ ان پر آزادانہ لکھنا کسی خطرے یا نقصان سے کم نہیں ہوتا۔ اگر کسی موضوع پر قلم اٹھانے سے وہ راست بازی کا مظاہرہ نہ کر سکتا ہو تو ایسے موضوع کو سرے سے لینا ہی نہیں چاہیے۔ اگر آپ کے موقف و آرا سے تحقیق کے میدان میں ایک ایسا نیا موڑ آ سکتا ہے جو نئے آنے والے محققین کے لیے ایک نیا تحقیقی گلستان کھول سکتا ہے تو ایسے موضوع کو ضرور جرأت مندانہ فیصلے سے آگے بڑھ کر تھامنا چاہیے۔

ادیب و شاعر کے چناؤ کے بعد اس کے فکری رجحانات پر نظر دوڑائیے۔ اس ادیب نے کس کس موضوع پر لکھا۔ ہر شاعر اور ادیب اگرچہ ایک ہی صنف کا تخلیق کار ہی کیوں نہ ہو اس کی فکر کی کئی جہات ہو سکتی ہیں۔ ایسی جہت جس پر کام ہو چکا ہو اس سے مجتنب رہیے۔ اے جی راتھ کے مطابق تحقیق کار کو ایک ہی کتاب سے مواد میسر آ جانا اس موضوع کے ناقص ہونے کی دلیل ہے۔ لہٰذا دیکھا جائے کہ اس ادیب کے کون سے پہلو یا کون سی جہت کو پہلے تحقیقی میدان میں متعارف نہیں کرایا گیا۔ آپ اسے منتخب کیجیے جیسے سماجی، سیاسی، معاشی، معاشرتی، تہذیبی یا رومانوی جہت وغیرہ۔

کسی تعلق داری یا جھکاؤ کی بنا پر کوئی موضوع لینا بھی عبث ہے۔ یہ دیکھا جائے کہ ادب یا تحقیقی میدان کو کس موضوع پر تحقیق کی ضرورت ہے اسے منتخب کرنا چاہیے۔ ذاتی منفعت، دوستی یا تعلق داری محض محقق کا مقصدِ تحقیق نہ ہونا چاہیے۔ ایسے رویے کے متعلق بے زاری کا اظہار کرتے ہوئے رشید حسن خاں لکھتے ہیں:

> "اب تک یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ جن زندہ لوگوں کو موضوعِ تحقیق بنایا گیا تو اس انتخاب میں دنیا داری کی کسی مصلحت کو ضرور دخل تھا۔ بہ ظاہر حالات خیال یہ ہے کہ آئندہ بھی ایسا ہی ہو گا"[۹]

یوں ایسے موضوع کے انتخاب سے پرہیز کرنی چاہیے جس سے شدید جذباتی لگاؤ یا عناد ہو۔ موضوع کو اپنے اوپر طاری کر کے کام کرنا تحقیقی شان کے بر خلاف ہے۔ موضوع دلچسپ ہو گا اور محقق کے لیے دلچسپی کا باعث بھی ہو تبھی وہ نظم و ضبط اور غور و خوض کر کے بحرِ علم سے نئے گوہر نایاب سامنے لائے گا۔ وگرنہ عجلت آمیزی اور جلد بازی میں سند تو مل جائے گی مگر وہ تحقیقی کام اس کی علمی شخصیت کا مظہر و عکاس نہیں بن سکے گا۔

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

تحقیق کار کی علمی نوعیت مد نظر رکھتے ہوئے اسے کوئی تحقیقی موضوع سونپا جائے۔ اگر اسے مغربی ادب سے متعلق یا غیر زبان سے انسلاک کردہ موضوع تفویض کیا جارہا ہے تو یہ دیکھنا چاہیے کہ اس کی شناسائی اس ادب یا اس زبان سے ہے بھی کہ نہیں۔ اس کے موضوع سے مطابقت رکھتی جو زبانیں ہیں اگر وہ ان سے مکمل طور پر یا بقدرِ ضرورت دسترس رکھتا ہو تب اسے اس موضوع پر کام کرنے کا حق حاصل ہو گا وگرنہ نہیں۔ اگر اس کی شناسائی غیر زبانوں سے نہ ہوئی تو دورانِ تحقیق وہ ان زبانوں کے مخطوطات کیسے سمجھ پائے گا؟ اگر شاعری کے متعلق موضوع ہے تو اسے علم بیان و بدیع، علم تقطیع، بحور اور عروض وغیرہ کے متعلق بھی سدھ بدھ ہونی چاہیے۔ زیادہ بڑا تحقیقی کام وقت، محنت، صحت اور پیسے کا بھی متقاضی ہوتا ہے۔ اردو میں مستشرقین پر کام کرنے کے لیے بیرونِ ممالک کی لائبریریوں میں جانچ پھٹک کرنا از حد ضروری ہو جاتا ہے۔ لہٰذا موضوع کے چناؤ میں اپنے موضوع کی اس نوعیت پر بھی توجہ دینی چاہیے کہ آپ کا موضوع جن امور کا آپ سے تقاضا کرتا ہے وہ آپ سے کیا کماحقہ انجام ہو پائیں گے؟۔ سندی تحقیق کار کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اس نے اپنا تحقیقی کام جس دانش گاہ میں پیش کرنا ہے اس کا موضوع اس ادارے کے معیارات پر بھی پورا اترتا ہے یا نہیں۔ موضوع ایسا ہونا چاہیے کہ بعد از اشاعت اس سے خاص و عام دونوں طرح کے ہی قارئین مستفید ہو سکیں۔ موضوع خالصتاً تنقیدی نہیں ہونا چاہیے کیوں کہ اگر وہ تنقیدی سارے کا سارا ہوا تو پھر تحقیقی زمرے میں اس کا شمول نہیں ہو سکے گا۔ اس موضوع کو بھی اختیار نہیں کرنا چاہیے جس پر وہ تحقیق کار پہلے کام کر چکا ہو۔ جیسے ایم فل کے موضوع کو ہی پی ایچ ڈی میں زیرِ عمل لانا۔ جس موضوع پر بے خوفی سے نہ لکھا جا سکے اس سے بھی اجتناب کیا جائے۔ موضوع زیادہ حالیہ بھی نہ ہو کہ ایسی صوتِ حال میں اس کا مواد محض اخبارات و رسائل سے ہی بمشکل میسر آسکے۔ سندی تحقیق کے تحت متنازعہ موضوع بھی منتخب نہیں کرنا چاہیے کیوں کہ ایسا موضوع مناظروں کی زد میں آکر اس محقق کے لیے مسائل کا پیش خیمہ ہو سکتا ہے اور وہ تحقیق کے میدان میں مزید آگے بڑھنے کی بجائے اسی موضوع کے دفاع میں دلائل دیتے ہوئے اپنا وقتِ حیات صرف کرتا رہے گا۔ المختصر یہ کہ مقالہ نگار کو اپنی بساط اور شعبہ جاتی تشنگی و اہمیت کا بخوبی ادراک کرتے ہوئے تحقیق کے میدان میں اتر کر اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانا چاہیے۔ اس سے نہ صرف میدانِ تحقیق میں اس کے لیے دشواریاں کم ہوں گی بلکہ وہ تحقیقی کام زندگی بھر اس کی پہچان بنے گا اور نئی آنے والی نسلیں اس سے استفادہ کر سکیں گی۔ اب اگر تحقیقی موضوعات کی ہم اہمیت کی بات کریں تو جیسا کہ ابتدأ بات ہوئی کہ تحقیق کی بنیاد بھی کسی نہ کسی موضوع پر ہی ہوتی ہے۔ کسی موضوع کی اس سے بڑی اہمیت اور کیا ہو سکتی ہے کہ اسے اس کے اصلی

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

چہرے میں دیکھنے کی لوگوں میں تڑپ پیدا ہو جائے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی صاحب تحقیقی موضوع کی اہمیت کے متعلق کیا ہی خوب لکھتے ہیں:

> "جیسے علوم سائنس میں تحقیق بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ اسی طرح ادب، شاعری اور تخلیق میں بھی بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ اگر شاعر کو یہ معلوم ہے کہ اسے کیا کرنا ہے اور کس طرح کرنا ہے اور اس کے اسلاف نے یہ کام کیسے اور کیوں کر کیا تھا تو وہ نہ صرف بہتر بلکہ زندہ رہنے والی شاعری کر سکے گا۔ جیسے عمارت بنانے سے پہلے عمارت کے پورے نقشے اس کی ضرورت، اس کے مقصد، زمین جس پر وہ عمارت بنائی جا رہی ہے، آب و ہوا، ماحول اور موجود سامان عمارت وغیرہ سے پوری طرح واقف ہونا ضروری ہے اسی طرح تخلیق، تنقید اور علم و ادب کی ہر شاخ کو پورے طور پر پروان چڑھانے کے لیے تحقیق کا عمل ضروری ہے" ۱۰

اگر یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا کہ تحقیق کسی بھی ادب یا علم کی زندگی کی ضمانت ہے۔ ادب تحقیق ہی کی بنا پر مختلف صدیوں میں حقیقی حالت میں دم لیتا ہوا ہمیں نظر آتا ہے۔ تحقیق ہی کی مدد سے ابتدائی و ثانوی ماخذ تک رسائی ممکن ہوتی ہے۔ تحقیق ہی کی مدد سے ہم ماضی کے ادب میں جھانکنے کے قابل ہوتے ہیں۔ ایک اچھا تحقیقی موضوع تشکیک کے خاتمے اور توسیعِ علم کا بہترین ذریعہ ہے۔

حوالہ جات

۱۔ قاضی عبدالودود، بحوالہ: ادبی تحقیق مسائل اور تجزیہ، رشید حسن خاں، لاہور: الفیصل پبلشرز، ۲۰۰۳ء، ص:۷

۲۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر، تحقیق و تنقید، مشمولہ: اردو میں اصولِ تحقیق، مرتبہ سلطانہ بخش، ڈاکٹر، لاہور: اردو اکیڈمی، 2012ء، صفحہ:19

۳۔ رشید حسن خاں، ادبی تحقیق مسائل اور تجزیہ، ص:۹

۴۔ گیان چند، تحقیق کا فن، نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، طبع اول، ۲۰۰۸ء ص:۷۹

۵۔ ایضاً: ۸۲

۶۔ عبدالحمید خان عباسی، ڈاکٹر، اصولِ تحقیق، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، طبع دوم، ۲۰۱۲ء، ص:۲۱

۷۔ تبسم کاشمیری، ڈاکٹر، ادبی تحقیق کے اصول، لاہور: صریر پبلی کیشنز، ۲۰۲۰ء، ص:۳۸

۸۔ گیان چند، تحقیق کا فن، ص:۸۹

۹۔ رشید حسن خاں، بحوالہ: تحقیق کا فن، ص:۹۵

۱۰۔ جمیل جالبی، مرتبہ: اردو تحقیق و تدوین کا تاریخی و تنقیدی جائزہ، رؤف پاریکھ، کراچی: ادارۂ یادگارِ غالب، طبع اول، ۲۰۱۳ء، ص:۲۳۴